علمی مضامین سلسلہ نمبر۹ ، قسط : ۱

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تاحال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے۔ اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

اعلیٰ اَخلاق کا معلم

سرمایہ پرستی کا دُشمن ۔ اِنسانیت کا حامی ۔ شرافت کا علمبردار

﴿ حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ ﴾

دُنیا دو طبقوں میں بٹ گئی ہے : صاحبِ سرمایہ اور محنت کش مزدُور اِن دونوں کے نظریے مختلف ہیں اور اِس بنا پر اِن کے مفادات بھی مختلف سمجھے جاتے ہیں یہ اِختلاف تصادم کی حد تک پہنچ گیا ہے پوری دُنیا جو اِس تصادم کی آماجگاہ ہے بحران میں مبتلا ہے، اِسلام ثالث بالخیر ہے دونوں کو صحیح مشورہ دیتا ہے۔

(۱)

سرمایہ داری کے خلاف جو کچھ کتابوں میں لکھا گیا سیاسی پلیٹ فارموں پر کہا گیا اُس کو سامنے رکھو پھر قرآن کی صرف دو آیتیں پڑھو ! کس شدت سے سرمایہ داری کے خلاف گرج رہی ہیں ! !

﴿ اَلَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ o یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَتُکْوٰی بِھَا جِبَاھُھُمْ وَ جُنُوْبُھُمْ وَ ظُھُوْرُھُمْ ط ھٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ ﴾ (سُورة التوبہ : ۳۴ ، ۳۵)

''جو لوگ سونے اور چاندی کے ذخیرے جوڑ کر رکھتے ہیں اور اُن کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ، اُن کو مژدہ سنادو دردناک عذاب کا ، اُس روز جب سونے اور چاندی کے اِن ذخیروں کو دوزخ کی آگ میں تاپا جائے گا پھر (سرمایہ داروں) کی پیشانیوں ، کروٹوں اور کمروں کو داغا جائے گا (اور بتایا جائے گا) یہ وہ ہے جو تم نے خاص اپنے لیے جوڑا تھا ، اب چکھو اِس کو جو تم نے جوڑ کر رکھا تھا۔''

﴿ وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ ھُوَ خَیْرًا لَّھُمْ ط بَلْ ھُوَ شَرٌّ لَّھُمْ ط سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ط وَلِلّٰہِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴾ (سُورہ اٰل عمران : ۱۸۰)

''اور وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اُس (مال) میں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دیا ہے وہ ہرگز ہرگز نہ سمجھیں کہ اُن کا یہ فعل اُن کے لیے بھلائی کی بات ہے ، نہیں نہیں یہ اُن کے لیے بڑے شر اور برائی کی بات ہے ، عنقریب قیامت کے دِن یہ مال ومتاع جن کے لیے وہ بخل کرتے ہیں اُن کے گلوں میں (عذاب) کا طوق بنا کر پہنایا جائے گا۔''

مگر فرق یہ ہے کہ قرآنِ حکیم اللہ کے نام پر خرچ کراتا ہے اور سیاسی مُنادوں کی نظر پیٹ پر ہے یعنی نفع اَندوزی اور خود غرضی وہاں بھی اور یہاں بھی۔

(۲)

'' اِسلام'' پاداشِ عمل کا نقشہ پیش کر کے اِعتدال پیدا کرتا ہے کہ مزدور اگر اِقتدار حاصل کرلے تو منہ چھوٹ وحشی نہ بنے اور یاد رکھے کہ اگر سرمایہ دار کا ظلم ، ظلم تھا جس کی سزا اُس کو ملی تو مزدور

کا جبر و قہر بھی ظلم ہے، یہ بھی اُس کی قدرتی پاداش سے نجات نہیں پا سکتا، اَز مکافاتِ عمل غافل مشو۔[۱]

ہر آنکہ تخمِ بدی کشت و چشمِ نیکی داشت
دماغِ بیہُدہ پخت و خیالِ باطل بست[۲]

(۳)

''اِسلام'' خس وخاشاک، شجر و حجر اور اِنسان میں فرق کرتا ہے۔ اینٹ، پتھر اور کوڑے کرکٹ کی زندگی مشاہدہ کی حد تک ہے، درخت کٹ کر جل جاتے ہیں، اینٹ پتھر ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں یہ سب زمین کی پیداوار ہیں، زمین ہی میں مل جاتے ہیں۔ گھوڑے، گدھے اور اِنسان میں جو فرق ہے اِسلام اُس کو بھی نظر اَنداز نہیں کرتا ہے، جانوروں کی زندگی کا حاصل صرف پیٹ ہے یا وہ فعل ہے جس سے نسل باقی رہ سکے، لیکن اِنسانوں کو اِسلام ایک ایسی حقیقت قرار دیتا ہے جن کا درجہ اِن سب سے بلند ہے، زمین سے لے کر آفتاب تک اور جہاں جہاں تک مشاہدہ کی رسائی ہو سکے اِسلام اِنسان کو اِن سب کا حاکم و فرمانروا قرار دیتا ہے، اِنسان سے بلند صرف وہ ہے جو تمام کائنات کا خالق ہے۔

''اِسلام'' اِنسان کو کائنات کا خلیفہ اور نائب السلطنت قرار دیتا ہے، اِسلام اِنسان کو ایک ایسی حقیقتِ جاوداں قرار دیتا ہے جو موت پر ختم نہیں ہو جاتی، موت ایک نئی زندگی کا دروازہ یا وادیٔ حیات میں پہنچنے کا پُل ہے، موت فنا نہیں بلکہ اِنتقال ہے یا اِرتقاء ہے مگر سیاسی مُنادِ اِس سلسلۂ حیات سے قطعاً ناآشناء ہیں اُن کے نزدیک اِنسان شہوت پرستی کا ایک کڑوا پھل ہے جو پیٹ کے لیے پیدا ہوا اور اِسی چکر میں فنا ہو جائے گا۔

(۴)

فطرتِ اِنسان وحشت پسند نہیں اِس کی فطرت میں اُنس ہے۔ فطرتِ اِنسانی کا قیمتی جوہر ''محبت'' ہے اِسی لیے وہ معاشرہ اور سماج بناتا ہے جس کی بنیاد اُنس و محبت پر ہے۔ ہمدردی، رواداری،

---

[۱] کیے کے بدلہ سے غافل مت ہو۔

[۲] جس شخص نے بھی برائی کا بیج بویا اور نیکی کی اُمید رکھی اُس نے بیہودہ سوچ پکائی اور بیکار خیال باندھا۔

باہمی تعاون، آپس کا اِعتماد اور بھروسہ، رحم، شفقت، مروت، مساوات، اُخوت، اِنسانی سماج کے چہرہ کے آنکھ ناک اور خدوخال ہیں، اِسلام اِن سب کو سامنے رکھ کر اعلیٰ اَخلاق کی تعلیم دیتا ہے مگر سیاسی مُنادوں کے یہاں اِن سب کے جواب میں ''پیٹ'' ہے اِن کے تمدن اور شہرت کا حاصل صرف عیش پسندی ہے اور راحت طلبی، کوٹھی، فرنیچر، موٹر، ہوائی جہاز، ائیرکنڈیشنڈ، کوچ، اِن سب کا مقصد ؟ عیش اور راحت۔

(۵)

عقل بہت بڑی دولت ہے جو اِنسان کو میسر ہوئی ہے، اِسی نے اِنسان کو جانوروں سے ممتاز کیا اور اِسی عقل نے اِنسانی تمدن کی زُلفیں سنواریں۔ اِسلام عقل کی قدر کرتا ہے مگر اُس سے بلند پروازی کا مطالبہ کرتا ہے، مادّیات کے اُلجھاؤ میں پھنس کر نہ رہ جائے، آگے بڑھے، غوروفکر کے دائرے کو وسیع کرے، پیٹ کی کائنات کے سوا کوئی اور کائنات بھی ہے، غور کرے اِس کائنات سے بالا بھی کوئی اور ہے ؟ اِس کائنات کا مقصد کیا ہے ؟

یہ چاند تارے گھوم رہے ہیں، کیا فٹ بال کا میچ ہو رہا ہے ؟ یہ پورا نظامِ شمسی اور اَب تو کہا جاتا ہے کہ ایک نظامِ شمسی ہی نہیں بہت سے نظام ہیں ! کیا بساطِ شطرنج ہیں یا کسی کلب کا تماشا ! ! کیا یہ ڈانس ہو رہا ہے ؟ سنو ایک آواز ہے سچی آواز۔ سنو ! قرآن کیا کہتا ہے ؟ قرآن کہہ رہا ہے :

﴿ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ج سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾[1]

''آسمان و زمین کی تخلیق میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دِن کے آتے رہنے میں بڑی ہی نشانیاں ہیں اَصحابِ عقل و دانش کے لیے، وہ اَربابِ دانش جو (صرف مادّیات کے گھروندہ میں گھر کر اور قید ہو کر نہیں رہ جاتے بلکہ اِس سے بلند ہو کر اپنے خالق کو اِس طرح یاد کرتے ہیں کہ کسی حال میں بھی اُس سے غافل نہیں

---

[1] سُورہ اٰل عمران : ۱۹۰، ۱۹۱

ہوتے) وہ اپنے خالق اور رب کی یاد سے بھی غافل نہیں ہوتے وہ ذکر اور یادِ خدا کے ساتھ فکر سے بھی خالی نہیں ہوتے اور زمین کی پیدائش اور تخلیق کے بارے میں غور کرتے رہتے ہیں (کیا یہ یونہی بیکار، سامانِ تفریح اور کھیل تماشا کے طور پر عالمِ وجود میں بکھر پڑے یا اِن کی پیدائش اِن کے مضبوط نظام اور اِس عجیب و غریب کاریگری کا کوئی مقصد ہے، اِس ذکر و فکر کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ پکار اُٹھتے ہیں) خدایا یہ سب کچھ تو نے پیدا کیا ہے تو بلا شبہ بیکار اور عبث نہیں پیدا کرتا۔

ضروری ہے کہ یہ کارخانۂ ہستی جو اِس حکمت و خوبی کے ساتھ بنایا گیا ہے کہ عقلِ اِنسانی ہر قدم پر حیرت اور اِستعجاب کا توشہ لے کر آگے بڑھتی ہے یہ کارخانۂ ہستی یقینًا کوئی مقصد اور غایت رکھتا ہے، یقینًا تیری ذات اِس سے پاک ہے کہ بیکار اور بے مقصد کوئی کام اُس سے صادر ہو۔ خدایا ہمیں عذابِ آتش سے بچائیو (جو کوتاہ نظری اور غفلت کے نتیجہ میں دُوسری زندگی میں پیش آنے والا ہے)۔''

عقل کا نورِ تاباں اور جوہرِ درخشاں اگر مادّیات کے ظلمات ہی میں بھٹک کر رہ گیا، اِقتصادیات کے دائرہ ہی کو اُس نے اپنی آخری حد بنا لیا اور قومی سیاست کے جوڑ توڑ یا بین الاقوامی پالیٹیکس کے گٹھ جوڑ سے آگے نہیں بڑھا، نہ بڑھنے کا اِرادہ کیا تو یقین کر لو کہ اچھی توفیق کی برکت اُس سے چھین لی گئی وہ اِنسانی عظمت کے اَعلیٰ تقاضوں سے محروم کر دیا گیا، اللہ نے اُس کے دِل پر مہر لگا دی، آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور کانوں پر ایسا کنٹوپ چڑھا دیا کہ اُس کی سماعت بیکار ہو کر رہ گئی ﴿خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَعَلٰی سَمْعِھِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِھِمْ غِشَاوَۃٌ﴾ یہ کس نے کیا ؟ خود اُس نے کیا کہ اللہ کی نعمت عقلِ سلیم کو اَعرج[1] اور مفلوج بنا دیا ﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ النَّاسَ شَیْئًا وَّلٰکِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ﴾ اللہ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا لوگ خود اپنے اُوپر ظلم کیا کرتے ہیں۔ (سورۂ یونس)

---

[1] لنگڑا

میدانِ اِنقلاب......تبدیلی کہاں کی جائے ؟

عالیشان کوٹھی کے ہرے بھرے لان کے کنارہ پر موٹر گراج کے پیچھے سرکیوں کی ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں ایک دُبلی پتلی عورت اور اُس کے تین چار چھوٹے بڑے بچے رینگ رہے ہیں، کپڑے پھٹے ہوئے، پیٹ خالی، چہروں پر ہوائیاں، اُونچی نیچی زمین اُن کا فرش اور بستر ہ ہے، دو بچے اُسی پر پڑے ہوئے ہیں ایک کا بدن بخار سے تپ رہا ہے دُوسرے کے بدن پر چیچک کی پھنسیاں ہیں، ہسپتال سے اُس کو خارج کر دیا گیا ہے لیکن ابھی بہت کمزور ہے کچھ پھنسیاں پک بھی گئی ہیں، یہ کوٹھی ایک ساہوکار[۱] کی ہے یہ ایک کروڑ پتی ہے اُس کی کئی مِل ہیں فیکٹریاں ہیں، اُس کا اپنا ایک بنک ہے کوٹھی نہایت خوبصورت عظیم الشان، بہت آراستہ، اُس کا فرنیچر بھی لاکھ سوالاکھ سے کم کا نہیں ہے، اُس کے پاس کئی کاریں ہیں، بڑے بڑے اَفسروں سے اُس کی دوستی ہے، کئی اَفسر لنچ کے وقت زیادہ تر اُسی کے یہاں آجاتے ہیں، ہفتہ میں ایک دو دفعہ ڈنر ضرور ہوتا ہے جس میں منسٹر اور اکثر باہر کے سفیر بھی شریک ہوا کرتے ہیں۔

عورت کی وہ جھونپڑی کوٹھی کے سامنے تو نہیں ہے لیکن جب کار گیٹ سے گزرتی ہے تو اُس کا کونہ نظر آتا ہے اور باہر سڑک پر جب اُس طرف کار مڑتی ہے تو وہ جھونپڑی بالکل سامنے ہوتی ہے سیٹھ صاحب کی نظر اُس پر پڑجاتی ہے تو گیٹ کے سنتری کو ڈانٹتے ہیں کہ جھونپڑی کیوں نہیں ہٹوادیتے لیکن پھر کچھ رحم آجاتا ہے چھوڑ دیتے ہیں، یہ سیٹھ صاحب کی مہربانی ہے۔

لیکن کیا ڈنر اور کاک ٹیل کے وقت بھی سیٹھ صاحب کو اُس غریب عورت اور اُس کے بچوں کا خیال آتا ہے ؟ اگر ایک پلیٹ یا ایک جام کی قیمت اِس غریب کو دے دیں تو اُس کا پورا ہفتہ آرام سے بیت جائے مگر سیٹھ جی کو کبھی اِس کا خیال بھی نہیں آیا، اُس کے سینے میں دِل ہے یا پچھلے دِنوں جو آپریشن ہوا تھا اُس میں دِل کی جگہ ڈاکٹروں نے کوئی پتھر رکھ دیا ہے مگر آپریشن سے پہلے بھی اُن کا دِل پتھر ہی تھا جو کبھی بھی غریبوں کی ہمدردی کے لیے نہیں پسیجتا تھا۔

---

[۱] سود پر روپیہ چلانے والا

اچھا یہ سنگدلی دولت نے پیدا کی یا دولت اُن کے پاس اِس لیے جڑی کہ یہ سنگدل تھے، جب لوگ فاقوں سے مر رہے تھے تو یہ غلہ کا بلیک کر رہے تھے، اِن کے ایک دوست نے اِن سے ایک گٹھا[1] خریدا تھا تو اُنہوں نے اُس سے بھی بلیک کی قیمت وصول کی تھی، اُن کو خبر تھی کہ دوست کا باپ بیمار ہے راشن کا آٹا اُسے نقصان دیتا ہے وہ ملاوٹ کا آٹا ہے بیمار باپ کے لیے خالص گیہوں کے آٹے کی ضرورت تھی، دو تین کیلو میں پرہیزی کھانے کی ضرورت پوری ہو سکتی تھی مگر یہ ایک گٹھے سے کم دینے پر راضی نہیں ہوئے تھے اور یہ گٹھا بھی اُنہوں نے بڑا اِحسان رکھ کر دیا تھا اور اُس کے دوست نے مجبورًا خریدا تھا۔

مگر ہمارے سامنے ایسے بھی بہت سے دولت مند ہیں جن کا محل سرا بھوکوں ننگوں کا پناہ گاہ ہوتا ہے جن کی دولت سے بہت سے خاندانوں کے پیٹ پلتے ہیں، قومی کاموں میں آگے بڑھ کر حصہ لیتے ہیں بہت سے طلبہ اُن کے وظیفوں اور اِسکالرشپ کی مدد سے تعلیمی ترقی کی اُونچی اُونچی منزلیں طے کرتے ہیں، اگر یہ سنگ دِلی دولت کی تاثیر ہے تو یہ اَثر یہاں کیوں نہیں ؟

سیاسی کھلاڑی آگے بڑھے اُنہوں نے دولت کے خلاف نعروں سے آسمان سر پر اُٹھا لیا، حکومتوں کو تہ و بالا کر دیا، فیکٹریوں پر قبضہ کیا، مزدوروں کو آزادی دی اُن کے حقوق فرض کیے اور اُن میں قانون کی قوت پیدا کر دی، زمینداری ضبط کیا، تاجروں میں بڑے بڑے ٹیکس لگائے، ترقیاتی منصوبے بنائے اُن پر اَربوں روپیہ خرچ کیا مگر اِس غریب دُبلی پتلی عورت کی جھونپڑی جہاں تھی وہیں رہی۔ ترقیاتی منصوبوں نے سیٹھ صاحب کی دولت میں تو اِضافہ کر دیا، پہلے وہ فقط سیٹھ تھے اب منسٹر بھی ہو گئے مگر اُس غریب عورت اور اُس کے بھوکے بچوں کا دَلِدَّرْ دُور تو کیا ہوتا اُس کی غریبی اور بڑھ گئی، پہلے پچاس پیسے میں ایک وقت پیٹ بھر جاتا تھا اب ایک سو پچاس پیسوں میں بھی پیٹ نہیں بھرتا، مزدوری جتنی پہلے ملتی تھی اُتنی ہی اب مِل رہی ہے صرف پچیس پیسے بڑھے ہیں۔

---

[1] بورا، بنڈل (Bundle)

سوال یہ ہے کہ یہ علاج غلط ہے یا تشخیص غلط ہے، طبیب نادان ہے یا تیمادار غلط کار، اِسلام کہتا ہے تشخیص غلط ہے ! طبیبِ نادان نے علامت کو مرض سمجھا ! ! نتیجہ یہ ہوا ! ! !

مرض بڑھتا رہا جوں جوں دوا کی

دولت کی بہتات اصل مرض نہیں ہے، اصل مرض وہ ہے جس نے دولت میں بہتات پیدا کی جس کی وجہ سے چور بازاری اور سود کی رقم کو اُس نے شیرِ مادر سمجھا اور جب منسٹر ہو گیا تو رشوت کا بازار گرم کر دیا، ٹھیکیداروں اور کمرشل ایجنٹوں سے اپنا کمیشن مقرر کرایا، وغیرہ وغیرہ۔ یہ ہے اصل مرض یعنی دولت کی بڑھی ہوئی محبت، کنجوسی اور حرص وطمع۔

تم سوشلزم کا شور مچا کر اُس کی دولت چھیننا چاہتے ہو، اُس پر بھاری ٹیکس لگاتے ہو کہ وہ جو کچھ کمائے تمہیں دے دے، روپے میں صرف دو آنے اپنے پاس رکھے چودہ آنے تمہارے حوالے کر دے، تم قانون بنا کر بہت خوش ہوئے کہ سرمایہ داری ختم کر دی، ایک تجوری کی رقم بہت سی تجوریوں میں پہنچا دی، سونے پر پابندی لگا دی، اَفراطِ زر اور نفع اَندوزی کے راستے بند کر دیے لیکن جب بجٹ بنایا گیا تو اَربوں کا خسارہ تھا اور غریبی کے دامن پہلے سے زیادہ پھیل گئے تھے، جنتا کی مصیبت اور بڑھ گئی تھی کیونکہ تمہارے قانون پر کہیں بھی ٹھیک طرح عمل نہیں ہوا تھا۔ جو ساہوکار بلیک کا عادی تھا جس کو چور بازاری کی چسکی پڑ چکی تھی اُس نے بلیک اور چور بازاری کے اور راستے نکال لیے، اِنسپکٹر صاحبان دندناتے ہوئے پہنچے لیکن زر دیدم فولاد خُرم ١ چاندی کے پاپوش ٢ نے تمام چوکڑی ٣ بھلا دی، پہلے صرف سیٹھ جی بلیک کیا کرتے اَب اِنسپکٹر صاحبان بھی اُن کے مددگار ہو گئے، رفتہ رفتہ سیکرٹیریٹ اور منسٹری کو بھی اپنی برادری میں شامل کر لیا ! ! ! یہ سوشلزم کی ترقی ہے یا بلیک اِزم کی ؟ ؟ ؟

اَصل مرض اگر دولت اور خزانہ تھا اور سیٹھ جی اُس کے مریض تھے تو سرکاری عملہ کو کیا ہو گیا یہ کیوں بیمار ہو گیا یہ تو سرمایہ دار نہیں تھا ! غور کرو اور سوچو ! ! اَصل مرض کیا ہے جس نے پورے سماج کو بیمار بنا دیا تم ترقیاتی منصوبوں کی آدھی مسافت طے کر چکے ہو، نتیجہ سامنے ہے ! پندرہ سال بعد

١ میں نے سونا دیکھا اور فولاد کو خرید لیا۔ ٢ جوتا ٣ حواس باختہ ہونا، ہوش نہ رہنا

پوری مسافت طے کر چکو گے نتیجہ کیا ہوگا ؟ اَب اگر اصل منزل سے پچاس میل دُور ہو گئے ہو تو پوری مسافت طے کرنے کے بعد سو میل دُور ہو جاؤ گے ! ! !

ترسم نرسی بہ کعبہ اے اعرابی

کایں رہ کہ تو مے روی بترکستان است [1]

اچھا، عرب کے ریگستان میں تقریبًا چودہ سو برس پہلے ایک آواز بلند ہوئی تھی اُس کی کچھ بھن بھناہٹ آج بھی کانوں پہنچ رہی ہے۔ بہت ہی جچے تلے اور معنی خیز الفاظ جو کانوں میں پڑ رہے ہیں اُن کا تعلق اِقتصادیات سے بھی ہو سکتا ہے، آخری فقرہ تو بہت ہی عجیب ہے پوری گفتگو کا نچوڑ ہے، اُس کا ایک ایک حرف سونے سے لکھنے کے قابل ہے اور واقعہ یہ ہے کہ لوگوں نے اُس کو سونے سے لکھا غور سے سنو ! ! سنو کیا اِرشاد ہو رہا ہے ! ! !

اَلَا وَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ. (بُخاری شریف کتاب الایمان رقم الحدیث ۵۲)

''بدن میں ایک گوشت کا لوتھڑا (پارچہ) ہے جب وہ ٹھیک ہو جاتا ہے تو سارا بدن ٹھیک ہو جاتا ہے، دیکھو وہ قلب ہے۔''

اِسلام یہی کہتا ہے کہ اصل بیماری دولت نہیں، اصل بیماری دلوں کی بیماری ہے درستی چاہتے ہو تو دلوں کو ٹھیک کرو، اِنقلاب یہاں برپا کرو۔

﴿ فَاِنَّھَا لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ وَلٰکِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ﴾ (الحج : ۴۶)

''آنکھیں اَندھی نہیں ہوتیں وہ دِل اَندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں کے اَندر ہیں۔''

سب سے زیادہ مؤثر علاج اِیمان بالغیب ہے، یہ دِل کے تمام اَمراض کے لیے تریاق ہے

یعنی یہ مت سمجھو کہ جو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے بس وہی ہے، جو نظر نہیں آتا اُس کا وجود ہی نہیں ہے،

نہیں نہیں اِس کے سواء بھی ہے۔ بیج کا پودا اور پودے کا پھل اب نظر نہیں آتا مگر وہ یقینی ہے ضرور

---

[1] اے دیہاتی ! مجھے ڈر ہے کہ تو کعبۃ اللہ تک نہیں پہنچ سکے گا کیونکہ جس راستے پر تو چل رہا ہے وہ تو ترکستان جاتا ہے۔

سامنے آئے گا، ہمیں وہ بھی نظر نہیں آتا جو ہمیں دیکھ رہا ہے ہر وقت دیکھ رہا ہے ہمارا ہر ایک عمل دیکھ رہا ہے ہماری ہر ایک حرکت دیکھ رہا ہے ہمیں اُس کے سامنے حاضر ہونا ہے ہر ایک عمل کا حساب اور ہر سوال کا جواب دینا ہے یہی یقین ''اِیمان'' ہے۔ اِس یقین کے تقاضوں کو پورا کرنا اِیمانداری ہے، تقوی کی پہلی منزل یہیں سے شروع ہوتی ہے اِسی کا دُوسرا نام ضمیر کی اِصلاح ہے، یہ اِصلاح ہوجائے تو پھر ہمیں قانون کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہمارا عمل خود قانون ہوگا قانون کی جان ہوگا قانون بے اِعتمادی کی دلیل ہے، قانون اِصلاح نہیں کرتا اَلبتہ قوم کی خرابیوں کی چغلی کرتا ہے۔

آخری منزل .... ''ملکیت'' کا خاتمہ

میدانِ سیاست کے مشہور شہسوار تیز دوڑ رہے ہیں، ہانپ رہے ہیں، سانس پھولے ہوئے ہیں دلوں کی دھڑکنیں بڑھی ہوئی ہیں چہروں پر گرد ہے ہونٹوں سے کف اُبل رہا ہے حواس گم ہیں پیٹ پر ہاتھ ہے، چلا رہے ہیں کہ سیٹھ جی سے خزانہ چھین کر مزدُوروں کو دیا تھا کہ جنتا کا پیٹ بھرے ملک کی غریبی دُور ہو، اب یہ مزدور بھی سیٹھ بن گئے، وہی رشوت، بلیک مارکیٹنگ، اسمگلنگ اور جہاں سے مل سکے روپیہ چھیننے اور جمع کرنے کی ہوس، جو سیٹھ صاحب کی فطرت تھی مزدوروں کی طبیعت بنتی جارہی ہے، دولت کی گردش کو پہلے تنہا سیٹھ صاحب روکے ہوئے تھے جس کی وجہ سے تقسیم مساوی نہیں ہورہی تھی، جنتا کا ہاتھ خالی اور پیٹ بھوکے تھے۔ نئے قانون سے سیٹھ جی کا زور تو ٹوٹا لیکن نئے سیٹھوں کی نئی دُنیا جنم لینے لگی جو پہلے سے زیادہ تنگ نظر، پاپی اور زہریلی ہے، کیا کوئی منتر ہے کہ نئے دولتمندوں کی یہ پیدائش بند ہو، دولت کی تقسیم میں فرق نہ آئے اور بھوکی جنتا کا پیٹ بھرے۔

سوال بہت ضروری تھا ! ! ''سوشلزم'' کا سارا گھروندہ زمین پر ڈھیر ہوا جا رہا تھا بڑے فکر کی بات تھی، کانفرنس طلب کی گئی، ایجنڈے میں صرف یہی ایک سوال تھا کہ دولت کی تقسیم کس طرح مساوی ہو جنتا کا پیٹ کیسے بھرے اور نئے سیٹھوں کی پیداوار کیسے رُکے ؟ کئی روز تک بحث ہوئی، دِل کھول کر تقریریں کی گئیں، خیالات ظاہر کیے گئے، سب مقرر ایک ہی پارٹی کے تھے، عام طور پر تقریروں میں یہی

کہا گیا کہ جب تک دولت لوگوں کے ہاتھوں میں رہے گی جب تک پبلک کے آدمی اپنی ملکیت جتاتے رہیں گے دولت کی تقسیم مساوی نہیں ہوسکتی، اب صرف ایک ہی علاج ہے کہ ''ملکیت'' ختم کردی جائے پیداوار کے تمام ذرائع، کارخانے، مِل، فیکٹریاں سب ''اسٹیٹ'' کی ہوں، پیداوار اسٹیٹ کی ہو، بلڈنگیں، مکانات کوٹھیاں اور باغات سب اسٹیٹ کی ہوں پھر اسٹیٹ کا کام یہ ہو کہ جنتا کا پیٹ بھرے، اُن کے کھانے پینے، رہنے سہنے کا اِنتظام کرے، ہر ایک بالغ کو مرد ہو یا عورت کام پر لگائے۔

تجویز مناسب تھی، جذبات کے موافق تھی، بالاتفاق منظور کی گئی، عقل کی کسوٹی پر رکھنے کی ضرورت کبھی نہیں سمجھی گئی، لیکن ابھی تجربہ شروع ہی ہوا تھا کہ عائلہ (فیملی) گرہستی اور خاندان کا سوال سامنے آگیا۔ ایک سوال یہ بھی سامنے آیا کہ یہ ممکن ہے کہ ملکیت ختم ہونے کے بعد کارکردگی اور کارگزاری میں اِضافہ ہو ؟

(الف) اِنسان کی فطرت یہ ہے کہ اُسے اپنے نفع سے محبت ہوتی ہے، وہ نفع کی خاطر بسا اَوقات کام زیادہ کرتا ہے لیکن جب زیادہ محنت کا پھل اُس کو نہیں بلکہ اسٹیٹ کو ملے گا تو کیا اسٹیٹ کی محبت اور اُس کی ترقی کا جذبہ اِس فطری محبت اور جذبہ کی جگہ لے سکے گا ؟

(ب) قابلیت کا مظاہرہ اور آگے بڑھنے کا شوق بھی اِسی جذبہ کی بناء پر ہوتا ہے لیکن خاتمۂ ملکیت کے بعد جب یہ جذبہ ٹھنڈا پڑ جائے گا تو قابلیت کا مظاہرہ کیوں ہوگا اور آگے بڑھنے کے تصور میں کوئی شخص اپنی جان مصیبت میں کیوں ڈالے گا۔

(ج) ایک شخص محنت کر کے کماتا ہے وہ اپنی بیوی بچوں پر خرچ کرتا ہے بیوی بچوں کے اَندر اِحسان مندی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، وہ اِس کی بات مانتے ہیں اِس سے گرہستی اور خانگی نظام قائم ہوتا ہے وہ اپنی بیوی بچوں کو خوش رکھنے کے لیے زیادہ کمانے کی کوشش کرتا ہے جس کے لیے زیادہ محنت کرتا ہے اِس سے ملک کی پیداوار اور وطن کی دولت میں اِضافہ ہوتا ہے، باپ کو دیکھ کر اَولاد میں بھی محنت کرنے اور آگے بڑھنے کا شوق پیدا ہوتا ہے لیکن اُس کی کمائی جب اُس کی اپنی نہیں بلکہ اسٹیٹ کی ہوگی اور اسٹیٹ پیٹ بھرائی کا اِنتظام کرے گی تو جذبات کا یہ تمام سلسلہ ختم ہوجائے گا۔

تقسیم کی صورت :

پھر اسٹیٹ اُس (گھرانے) کے اَفراد کی ضروریات کا اِنتظام براہِ راست کرے گی یا اُس کو فیملی کا ہیڈ یا گھر کا بڑا قرار دے کر ضروریات کا اِنتظام اُس کے ذریعے کرے گی ، دُوسری صورت میں تقسیم کس طرح مساوی ہوگی ؟ کیونکہ مثلاً چالیس سال کے اِنسان کے آٹھ بچے ہیں اور اِسی عمر کے دُوسرے آدمی کے چار بچے ہیں اور اِسی عمر کا ایک شخص ایسا ہے جس کے اَولاد ہی نہیں ہوئی ۔ یہ چاروں ایک ہی درجہ کے مزدور ہیں مثلاً کسی فیکٹری کی ایک ہی برانچ میں ایک ہی درجہ کا کام کرتے ہیں یا کسی دفتر میں ایک ہی درجہ کے کلرک ہیں تو اَب اُن کا الاؤنس یا وظیفہ مساوی ہوگا یا خاندان کے اَفراد کے بموجب کم و بیش ہوگا ؟ یکساں ہونے کی صورت میں ہر ایک کا پیٹ نہیں بھرے گا اور کم و بیش ہونے کی صورت میں نا اِنصافی کا شکوہ ایک نئی مصیبت بن جائے گا اور یہ سوال زور پکڑے گا کہ کیا وجہ ہے کہ مساوی درجہ کے ایک مزدور کو اسٹیٹ صرف اُس کا خرچہ دے ، دُوسرے کو مزید چار کا اور تیسرے کو مزید آٹھ کا ، دُوسری بات یہ ہے کہ اَولاد ایک کی اور خرچہ دُوسرے کے ذمے ! کیونکہ اسٹیٹ صرف اَولاد والے کا نہیں پورے ملک کا مشترک اِدارہ ہے ۔

(د) ایک شخص جو کچھ کماتا تھا سلیقہ سے خرچ کرتا تھا اپنے خرچ سے بچا کر ماں باپ اور دُوسرے رشتہ داروں کی بھی خدمت کرتا تھا ، بسا اَوقات پڑوسیوں کی بھی اِمداد کیا کرتا تھا ، اِس وجہ سے اُس کے تعلقات نہایت خوشگوار تھے اُس سے ہر ایک محبت اور اُس کی عزت کرتا تھا ، اُس کی عزت کو دیکھ کر جوانوں میں بھی پڑوسیوں اور رشتہ داروں کی اِمداد کا جذبہ پیدا ہوتا تھا لیکن جب اُس کی کمائی اُس کی نہیں رہی اسٹیٹ کی ہوگئی تو ماں باپ بہن بھائی آس پڑوس کی اِمداد کے تمام سلسلے ختم ہوگئے ، آپس کی ہمدردی اور لحاظ و مروت سب خوابِ پریشان بن گئے ، اب اِنسان کو مویشیوں کے نقش قدم پر چلنا پڑے گا ، اصطبل کے مالک ہر ایک گھوڑے کی رہائش خوراک اور حفاظت کا اِنتظام کرتا ہے جو مویشی یہاں رہتے ہیں فربہ بھی ہوجاتے ہیں اُچھلتے کودتے بھی خوب ہیں مالک کا کام بھی کرتے ہیں لیکن اُن میں آپس میں نہ اَدب اور لحاظ ہوتا ہے ، نہ مروت اور پاسداری اور نہ جذبہ ہمدردی ہوتا ہے ۔

ایک مثال :

تاریخ اپنے آپ کو دہراتی رہتی ہے، ایسے فرقے بھی گزرے ہیں جنہوں نے ''زر'' اور ''زمین'' کی طرح ''زن'' کو بھی مشترک مِلک قرار دیا تھا۔ ۱

تقریبًا ڈیڑھ ہزار سال پہلے کی بات ہے اِس طرح کا ایک شور برپا ہوا تھا، ایک بہت بڑے لیڈر ''مزدک'' نے جو متاثر کرنے کے لیے ''تقدس'' کا جامہ بھی پہنے ہوئے تھا چنانچہ مشہور شہنشاہ ''نوشیرواں عادِل'' کا باپ قباد اُس کا چیلہ ہوگیا تھا، اُس رہنمائے اعظم ''مزدک'' نے پیداوار، ذرائع پیداوار اور دولت ہی نہیں بلکہ عورت کو بھی مباحِ عام کر دیا تھا۔ (الملل والنحل عربی ج ۲ ص ۸۶)

دبستانِ مذاہب فارسی کے الفاظ یہ ہیں :

زناں را اِخلاص گردانید و اَموال مباح داشت و ہمہ مرداں را درخواستہ و زن شریک ساخت، چنانچہ در آتش و آب و علف اَنباز ند۔ ۲

ایک عجیب و غریب دلیل یا فیصلہ ملاحظہ فرمائیے :

---

۱ لیجیے جدید دور کی تازہ تجویز بھی ملاحظہ فرماتے چلیے، مورخہ ۲۶ /اکتوبر ۲۰۱۵ء کے روزنامہ نوائے وقت میں خبر شائع ہوئی کہ :

''بیجنگ (بی بی سی) چین میں ایک پروفیسر کی اِس تجویز کے بعد کہ غریب مردوں کو چاہیے کہ وہ مشترکہ بیویاں رکھیں، ملک کی آبادی میں مردوں اور خواتین کی تعداد میں عدمِ توازن پر ایک نئی دھواں دار بحث چھڑ گئی ہے، چین میں اِنٹرنیٹ پر لوگوں نے ''چواچیانگ یونیورسٹی'' کے معاشیات کے ''پروفیسر سیے زواشی'' کی اِس تجویز کو غیر اَخلاقی قرار دیتے ہوئے اِسے مسترد کر دیا ہے۔'' (مرتب)

۲ عورتوں کو آزاد کر دیا اور اَموال کو مباح سمجھا اور تمام مردوں کو عورتوں وغیرہ میں شریک کر دیا جیسا کہ آگ پانی اور گھاس میں سب شریک ہیں۔

''دستمے سنگین باشد کہ زنِ یک جمیلہ باشد و جفت دیگرے قبیحہ۔ پس شرط عدالت ودینداری آنست کہ مرد زنِ جمیلہ خودرا چند روز بداں کس دہد کہ جفت اُو بدوزشت ست وزست اُورا یک چند بخود در پزیرد۔'' (دبستانِ مذاہب ص ۱۳۴) ۱

پیٹ کا شور مچانے والوں نے اِس تاریخ سے سبق لیا، عورت کو گھر سے نکالا، کارخانے اور دفتروں میں پہنچایا، بچہ اُس سے لے کر سرکاری پرورش گاہ میں بھیج دیا اور اُس کو زمانہ زچگی کی رُخصت دے دی، لیکن ہر سال ولادت ہونے لگی تو زچگی کی رخصتوں میں بھی پابندی لگادی گئی مثلاً یہ کہ پانچ دفعہ سے زیادہ زچگی کی رُخصت نہیں دی جائے گی۔ اب مرد وعورت جنسی تعلقات میں آزاد ہیں اَلبتہ نہ عورت ماں بنے گی نہ مرد باپ، شاید اُن کو یہ پتہ بھی نہ چلے کہ اُن کے جنسی تعلقات کا جو نتیجہ تھا وہ زندہ ہے یا مردہ ؟ اگر زندہ ہے تو کہاں ہے ؟ اُس کا مستقبل کیا ہے ؟

''محبت'' کا سلسلہ گھر سے چلتا ہے، ماں کی ممتا باپ کی شفقت کا ردِعمل اَولاد کی محبت ہے، ملی جلی زندگی میں بہن بھائیوں اور رشتہ داروں میں بے لوث محبت کی شاخیں پھیلتی ہیں لیکن جب زندگی کی پہلی ہی منزل میں یہ چمن برباد کر دیا گیا تو اَب محبت کا نام صرف عیش پرستی کی خاطر آ سکتا ہے، آپس کی ہمدردی، اِمدادِ باہمی اور اِنسانی شرافت سے اِس کا تعلق نہیں رہے گا۔

اور بقول عارف جامی اِنسانی سماج کی تصویر یہ ہوگی۔

ایں نہ مرداںند ایںہا صورت اَند مردہ نانند کشتگانِ شہوت اَند ۲

(باقی صفحہ ۴۳)

---

۱ ایک سنگین ظلم ہے کہ ایک کی بیوی خوبصورت ہو اور دُوسرے کی بدصورت۔ اِنصاف اور دینداری کی شرط یہ ہے کہ شوہر اپنی حسین وجمیل بیوی کو چند روز کے لیے اُس کو دے دے کہ اُس کی بیوی بدصورت ہے اور وہ اُس بدصورت کو چندروز کے لیے خود قبول کر لے۔

۲ یہ مرد نہیں ہیں بلکہ مردوں کی صورتیں ہیں، یہ مرے ہوئے نہیں ہیں بلکہ شہوت کے مارے ہوئے ہیں۔

ایک دِن ایک شخص آیا اور آپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ کیا آپ وہی لقمان نہیں ہیں جو بنی حساس کی بکریاں چرایا کرتے تھے ؟ آپ نے جواب دیا ہاں میں وہی ہوں، پھر اُس شخص نے کہا کیا آپ حبشی نہیں ہیں ؟ آپ نے جواب دیا کہ میرا سیاہ رنگ تو میرا ظاہر ہے اور ہر شخص اِس سے واقف ہے کہ میرا رنگ سیاہ ہے، آپ یہ بتلائیں کہ آپ کو مجھ پر کیوں تعجب ہو رہا ہے ؟ اُس شخص نے کہا آپ کے پاس لوگ اِتنی کثرت سے جمع ہیں اور ہر ایک آپ کا کہا مانتا ہے اور آپ کی بات پسند کرتا ہے، کس چیز نے آپ کو اِس مقام پر فائز کیا ہے ؟ آپ نے جواب دیا نظریں جھکانے، زبان کو روکنے، حلال روزی کھانے، سچ بولنے، وعدے کی پاسداری کرنے، مہمان کا اِعزاز و اِکرام کرنے اور بے فائدہ کاموں کو چھوڑ دینے نے مجھے اِس مقام پر پہنچایا ہے۔

جو وصیتیں حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کیں اُن میں سے چند یہ ہیں : اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، والدین کی فرمانبرداری کرنا اور اُن کی راحت و آرام کی خاطر رات بھر بیدار رہنا، نماز قائم کرنا، نیکی کا حکم کرنا، برائی سے منع کرنا اور پیش آمدہ ناپسندیدہ اُمور پر صبر کرنا۔

✿ ✿ ✿

بقیہ : اعلیٰ اَخلاق کا معلم

کسی فریاد کرنے والے نے فریاد کی کہ '' ملکیت'' کیا ختم ہوئی '' فطرت'' کا سارا نظام ہی بدل گیا...تو جواب دیا گیا فطرت کوئی چیز نہیں ہے یہ سب سرمایہ داروں کے ہتھکنڈے ہیں جو پرانے زمانے سے چلے آرہے ہیں، اِن کی قدامت کا نام فطرت رکھ دیا گیا یہ آداب و اَخلاق سب خیالی باتیں ہیں۔

آپ نے اپنی دلّی کے مشہور شاعر اُستاد غالب کا یہ شعر نہیں سنا

ہستی کے دام میں نہ آجائیو اَسدؔ
عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے

✿ ✿ ✿ (جاری ہے) ✿ ✿ ✿

علمی مضامین سلسلہ نمبر۹ (قسط:۲،آخری)

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تاحال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے۔ اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

اعلیٰ اَخلاق کا معلم

سرمایہ پرستی کا دُشمن ۔ اِنسانیت کا حامی ۔ شرافت کا علمبردار

﴿ حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ ﴾

فطرتِ اِنسان :

کسی ایک شہر یا کسی ایک مُلک کے اِنسان کو نہیں بلکہ دُنیا کے کسی گوشے کے کسی اِنسان کو لیجیے وہ کالا ہو یا گورا، عربی بولتا ہو یا اَنگریزی، اُردو ہو یا ہندی اُس کو خاندان کے رشتہ داروں سے الگ کر دیجیے، وہ اگر تنہا ہوگا تو ہزاروں میں کوئی ایک دو ہی ایسا ہوگا جو اِس تنہائی میں بھی عالی شان محل، اعلیٰ قسم کی کوٹھی یا قیمتی لباس کو تلاش کرے گا، تنہا آدمی کو کسی چیز کا شوق تو کیا ہوتا اُس کو خود اپنی زندگی وبال معلوم ہونے لگتی ہے، شوق کی چیزوں سے اُسے وحشت ہوتی ہے، آراستہ مکان کے بجائے جھونپڑی اُسے بھلی معلوم ہوتی ہے جو درختوں کے جُھنڈ یا کسی پہاڑ کی چوٹی پر ہو تانبے، پیتل، چینی یا بلوری برتن

اُسے زہرِ خند[1] معلوم ہوتے ہیں، معمولی پتیلی بلکہ مٹی کا ہنڈیا، لکڑی یا لوہے کے تشلے، مٹی کے بدھنے، لوٹے، لٹیا یا تو مڑے سے کھانے پینے کی ضرورتیں پوری کرتا ہے اور اُنہیں کو کافی سمجھتا ہے، وہ پیٹ بھرنے کے لیے کسی شکار کے اَدھ کچرے گوشت ورنہ کسی درخت کے پھل کو غنیمت سمجھتا ہے، مسہری صوفا سیٹ یا چارپائی اُس کو بیکار معلوم ہوتی ہے فرشِ زمین اُس کا بستر ہو جاتا ہے، اعلیٰ قسم کے لباس سے بھی اُس کو نفرت ہوتی ہے۔

یہ بیوی بچے ہی ہیں جو اُس کی طبیعت میں آرام دہ مکان اور عمدہ قسم کے فرنیچر کی طلب پیدا کرتے ہیں، سردیوں میں لحاف، توشک اور گرم کپڑوں کی تلاش ہوتی ہے وہ اپنے ہم پیشہ اور ہمسر پڑوسیوں کی نظر میں حقیر رہنا پسند نہیں کرتا تو اپنا مکان، سامان، لباس اور پوشاک بہتر بنانا چاہتا ہے، بچوں کے لیے بھی وضع کے مطابق اچھے کپڑے اور شوقین مزاج ہے تو فیشن کے مطابق ڈریس تیار کراتا ہے بلا شبہ بال بچے اور اہل و عیال اِنسان کی طبیعت میں بخل پیدا کر دیتے ہیں کہ وہ دُوسروں کو بخشش کرنے کے بجائے اپنے بیوی بچوں کی ضرورتوں کو مقدم رکھنے لگتا ہے ننھے بچے اِس میں یہ کمزوری بھی پیدا کر دیتے ہیں کہ اُس کو اپنی جان زیادہ پیاری ہو جاتی ہے وہ خطرے کے موقع سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتا ہے کہ اگر کسی فوجداری کیس میں سزا ہو جائے تو وہ جیل میں ہوگا اور بچے گھر پر بھوکے رہیں گے اگر بلوہ میں جان جاتی رہے تو اُس کی بیوی بیوہ اور بچے یتیم اور بے یار و مددگار رہ جائیں گے اُن کا مستقبل برباد ہو جائے گا، وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہ بال بچے اُس میں اِیثار پیدا کرتے ہیں اہل و عیال کی پرورش اُس کی زندگی کا مقصد بن جاتی ہے لہٰذا وہ تن پروری چھوڑتا ہے راحت و آرام کو قربان کرتا ہے، خدمتِ خلق کا پہلا باب یہ ہے کہ بیوی یا کوئی بچہ بیمار پڑتا جاتا ہے تو وہ رات کی نیند حرام کر لیتا ہے جاگنے کی تکلیف برداشت کرتا ہے تاکہ بیوی کو آرام پہنچا سکے یا بچے کو لوری دے کر سُلا سکے۔ اچھے مکان، عمدہ فرنیچر، اعلیٰ لباس کی طلب اُس میں بڑھ جاتی ہے مگر اپنے لیے نہیں بیوی بچوں کے لیے، وہ اپنی رفیقۂ حیات یا اپنے عزیز بچوں کو عالی شان محل، شاندار کوٹھی اور بہترین باغیچہ میں رکھنا چاہتا ہے، عموماً یہی اُس

---

[1] وہ ہنسی جو غصہ، ناگواری یا شرمندگی سے ہو۔

کا مقصدِ حیات بن جاتا ہے، اُس کی یہ محبت، یہ خوشی اور زندگی کا یہ نصب العین اگرچہ اِنفرادی ہے اور خاص اپنے گھر کے حلقے میں محدود ہے، مگر کیا اِس سے تمدن میں اِضافہ نہیں ہو رہا ؟ شہریت کی عمارت بلند نہیں ہو رہی ؟ صنعت وحرفت کی سطح اُونچی نہیں ہو رہی ؟ اور اِنسانی دماغ نئی اِیجادات میں مصروف رہ کر مُلک، وطن اور قوم کو آگے نہیں بڑھا رہا ؟

بزدلی کی کوکھ سے دفاع کا جنم :

بیشک محبوبہ ٔحیات اور ننھے بچوں کی محبت نے اُس کو بزدل بنادیا وہ اپنی حفاظت کا زیادہ اہتمام کرنے لگا اُس کو اپنی زندگی سے جو پیار پہلے تھا اَب وہ بڑھ گیا، اگر کسی وقت بال بچوں پر آنچ آئے تو کیا اُس کے دِل کی تڑپ یہ نہ ہوگی کہ وہ اپنے اہل وعیال کی جان اور اُن کی آبرو بچانے کے لیے اپنی جان قربان کردے، یہ جذبہ دفاع کی پہلی منزل ہے جو اُس کو دفاع کی آخری منزل کا راستہ بتاتی ہے کہ وہ اپنی قوم، وطن اور ملک کی حفاظت کے لیے ہنسی خوشی جان دینے کے واسطے تیار ہوجاتا ہے اور اُس کو معمولی بات سمجھنے لگتا ہے کہ اپنی دولت خرچ کر کے یا اپنے ذرائع کام میں لاکر وطن اور ملک کی دفاعی طاقت کو مضبوط کرے۔

سماج وتمدن کی بنیاد :

آپ نے دیکھا قرابت، رشتہ داری اور خانگی کے نظام کا اَثر صرف ایک فرد کی اِنفرادی زندگی تک محدود نہیں رہا وہ آگے بڑھا اور تعمیر وترقی کے ہر ایک شعبہ پر چھا گیا۔ یہ تمام شاخیں اُسی جڑ کی ہیں جس کو قرآن نے نَسَبْ [1] اور صِھْر [2] کہا ہے یعنی صلبی اَولاد کا سلسلہ ہو کہ اِنسان کے بچے ہوں یا اُس کے ماں باپ کی اَولاد ہوں یا اَزدواجی رشتہ ہو کہ اُس کا کوئی داماد ہو یا یہ کسی کا داماد ہو، یہ سب اللہ تعالیٰ کے وہ اِنعامات ہیں جو صرف اَفزائشِ نسل کا ذریعہ نہیں بلکہ اِنسانی سماج کے پورے تمدن کی اَصل بنیاد ہیں۔ بڑے بڑے شہروں کی سر بکف عمارتوں، عالی شان محلات کی اُونچی اُونچی برجیوں اور بڑی بڑی فیکٹریوں کی دیو قامت چمنیوں کی تمام بلندیاں آبادیوں اور شہروں کی چہل پہل، بازاروں اور

[1] نسبی سلسلہ [2] سسرالی سلسلہ

منڈیوں کی تمام رونق اِن سب کی بنیاد اُس اِینٹ پر ہے جس کو فیملی، خاندان، گرہستی یا عیال داری کہا جاتا ہے جس کو قرآن نے نَسَبٌ اور صِہْر کے دو لفظوں سے تعبیر کیا ہے۔ آپ عیال داری کے بار کو ہلکا کرنا چاہتے ہیں، آپ نسب اور صہر کی نعمت کو ٹھکراتے ہیں تو آپ تعمیر وتمدن کی یہ جنت اپنے ہاتھوں سے برباد کر رہے ہیں۔

آج جو لوگ ملکیت کو ختم کر کے خاندانی سلسلہ کو غیر فطری قرار دے رہے ہیں، کیا وہ ایسی زندگی کو دعوت نہیں دے رہے ہیں جہاں تمدن کا نام ونشان نہ ہو اور اِنسان وحشی جانور کی طرح پہاڑوں اور جنگلوں کو اپنا مسکن بنائے۔ اگر مادر پدر سے آزاد کر کے بچوں کی پرورش جنرل وارڈوں میں ہونے لگے تو اُن کی اگلی یا اگلی سے اگلی نسل کی دلچسپیاں صرف جنسی خواہشات میں محدود ہو جائیں گی جن کو وہ آبادیوں کی بجائے جنگلوں میں آزادی سے پورا کر سکیں گے۔

ممکن ہے کوئی صاحب اِسی کو فطرتِ اِنسانی قرار دیں مگر پہلے اُن کو اِس بات کا ثبوت دینا ہوگا کہ اُن کے دماغ میں خلل نہیں ہے اور اُن کا مزاج صحیح ہے۔ یرقان زدہ سفید کو زرد ہی دیکھتا ہے لیکن یہ اُس کی نظر کی خرابی ہوتی ہے، بیمار آدمی میٹھے کو کڑوا کہنے لگے تو اِس سے مٹھاس کی فطرت نہیں بدل جاتی، دُنیا ایسے مریض کی تصدیق نہیں کرے گی بلکہ اُس کو علاج کرنے کا مشورہ دے گی اور اُس کے حق میں سب سے بڑی خیر خواہی یہی ہوگی کہ اُس کو کسی نرسنگ ہوم میں داخل کیا جائے۔

رشتہ داری کی اہمیت اور خاتمہ ٔملکیت کے تمدن کُش نتائج :

(۱) ''رحمٰن'' اللہ کا نام ہے (بہت مہربانی کرنے والا) قرآنِ پاک کی سب سے پہلی سورت میں ﴿رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ کے بعد ﴿الرَّحْمٰنْ ﴾ ہی آیا ہے ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴾ کسی بھی اچھے کام کو شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھی جاتی ہے تو ''اللہ'' کے ساتھ یہ نام ''الرحمٰن'' بھی لیا جاتا ہے ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴾ قرآن کریم میں ہر سورت کے شروع میں ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ لکھی جاتی ہے اور تلاوت کے وقت پڑھی جاتی ہے، ''رحم'' کے معنی مہربانی ہیں اور عربی میں رشتہ داری کو بھی رحم کہا جاتا ہے ''ذی رحم'' رشتہ دار۔ آنحضرت ﷺ نے لفظ

''رحمٰن'' کو درخت سے تشبیہ دیتے ہوئے نہایت ہی لطیف اور مؤثر پیرایہ میں رحم اور قرابت کی وہ حیثیت بیان فرمائی ہے جو اِسلامی تعلیمات میں اِس کو حاصل ہے، بڑے درخت کی جڑ میں بھی شاخیں ہوتی ہیں جن کو ''بیل'' کہا جاتا ہے، یہ زمین کے اَندر پھیل ہوئی ہوتی ہیں اور اِن کا جال دار سلسلہ زمین کی رگوں میں گندھا ہوا دُور تک چلا جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَلرَّحِمُ شِجْنَۃٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ یعنی لفظ رحمٰن کو ایک درخت فرض کیا جائے تو یہ سمجھو کہ رحم اور قرابت اُسی درخت کی جال دار بیل ہے۔ اِس کی تفسیر یا تاثیر خود آنحضرت ﷺ کے الفاظ میں یہ ہے :

مَنْ وَصَلَکِ وَصَلْتُہٗ وَمَنْ قَطَعَکِ قَطَعْتُہٗ (بخاری شریف رقم الحدیث : ۵۹۸۸)

''جو تجھ سے جڑے میں اُس سے جڑوں گا، جو تجھ سے توڑے، میں اُس سے توڑلوں گا۔''

یعنی اللہ تعالیٰ نے رشتہ داری اور قرابت کو جو شجرِ رحمت کی ایک بیل ہے یہ ضمانت دے دی ہے کہ جو تجھ (یعنی رحم وقرابت) کو جوڑے گا اور اُس کے حقوق اَدا کرے گا اُس سے اللہ تعالیٰ بھی اِمداد واِعانت اور رحم وکرم کا رابطہ قائم رکھے گا اور جو رشتہ داروں سے توڑے گا اور اُن سے برا سلوک کرے گا اللہ تعالیٰ بھی اُس سے اپنے فضل وکرم کا رابطہ منقطع کرے گا۔

زندگی کے دو سرے :

(۲) اِنسانی زندگی کا ایک سرا خالق سے جڑا ہوا ہے، دُوسرا مخلوق سے، جس کی اِبتداء ماں باپ سے ہوتی ہے۔ اِسلام کا حقیقت پسندانہ مطالبہ یہ ہے کہ اِنسان خالق کے حق میں اِنصاف اور خودداری سے کام لے (جو خالق نہیں ہے اُس کو خالق نہ قرار دے، جو خدا نہیں ہے اُس کے آگے گردن جھکا کر اپنی خودی کو ذلیل نہ کرے) دُوسری طرف ماں باپ کا اِحسان مان کر اِحسان کا بدلہ اِحسان سے دے۔

﴿وَقَضٰی رَبُّکَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْآ اِلَّا اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا﴾ (سُورہ بنی اسرائیل : ۲۳)

''تمہارے رب نے یہ فیصلہ کر دیا (اور یہ بات ٹھہرادی) کہ اُس (خالق) کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو اور یہ کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔''

اِس آیت کی اہمیت کا اَندازہ اِس سے ہوتا ہے کہ اِحسان بالوالدین کو مطالبہ توحید کے ہمدوش

کر دیا گیا ہے۔

(۳) اِحسان اور حسنِ سلوک کا سلسلہ ماں باپ سے بڑھ کر بہن بھائیوں اور تمام رشتہ داروں تک پہنچتا ہے اور اِسلام نے پڑوسیوں کا بھی وہی حق مقرر کیا ہے جو رشتہ داروں کا، فرق صرف یہ ہے کہ کچھ رشتہ دار وارِث بھی ہوتے ہیں اور پڑوسیوں کو ترکہ میں حصہ نہیں ملتا۔ (صحاح)

پڑوسی رشتہ دار بھی ہو سکتے ہیں اور اجنبی بھی، پھر کچھ اَجنبی (غیر رشتہ دار) وہ ہوں گے جن سے آپ کی دید و شنید ہے، آپ کے مجلسی دوست ہیں یا اُن سے کوئی اور تعلق ہے، قرآنِ حکیم نے اِن تمام تعلقات کو ایک لڑی میں پرو کر اِس خوبصورت تسبیح (مالے) کو عبادتِ خداوندی کی محراب میں آویزاں کر دیا ہے۔ عبادت صرف خدا پرستی کا نام نہیں رہا بلکہ اِن حقوق کا اِحترام بھی عبادت کا جزو بن گیا۔

سورۂ نساء کے رکوع ۵ آیت ۳۶ میں رُوحانی اور جسمانی تعلقات کا سنگم ملاحظہ فرمائیے :

﴿ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۝ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴾ (سُورة النساء : ۳۶)

''اللہ کی بندگی کرو اور کسی چیز کو اُس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک رکھو، (اِسی طرح) قرابت داروں کے ساتھ یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اور پڑوسیوں کے ساتھ خواہ وہ رشتہ دار پڑوسی ہوں خواہ اَجنبی ہوں (جن سے خاندانی رشتہ نہ ہو) اِسی طرح پاس کے اُٹھنے بیٹھنے والے دوست (جو رشتہ نہیں رکھتے) اور اُن کے ساتھ جو مسافر ہوں اور وہ لونڈی غلام جو تمہارے قبضہ میں ہوں اُن سب کے ساتھ اِحسان اور اچھے سلوک سے پیش آؤ۔ اللہ اُن لوگوں کو دوست نہیں رکھتا جو اِترانے والے اور ڈینگیں مارنے والے ہیں، جو خود بھی بخیلی

کرتے ہیں اور دُوسروں کو بھی بخل کرنا سکھاتے ہیں اور جو کچھ خدا نے اپنے فضل وکرم سے دے رکھا ہے (اُسے خرچ کرنے) کے بجائے چھپا کر رکھتے ہیں (یاد رکھو) اُن لوگوں کے لیے جو ہماری نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں ہم نے رُسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

یہاں رشتہ اور قرابت کے حقوق وفرائض بیان کرنے مقصود نہیں ہیں، مقصد صرف یہ ہے کہ صرف سماج اور معاشرہ کا یہ گلدستہ جو حسین پھولوں سے آراستہ ہے، جو فطری طور پر تمدن اور تعمیر عالم کا سنگِ بنیاد ہے۔ اِسلام جو اَمن عالم اور صالح تعمیر وتمدن کو ایک اہم مقصد اور نصب العین قرار دیتا ہے اور فرد کی زندگی کو مطمئن اور خوشگوار بنانا چاہتا ہے اور اِس گلدستہ کو زیادہ سے زیادہ شاداب اور تروتازہ رکھنا چاہتا ہے۔

تعلقات اور مذہب :

''مذہب'' تعلقات کے سلسلہ میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے مذہب کا اِتحاد نہ ہو تو ایک دُوسرے کا وارِث بھی نہیں ہوتا، قانونِ اِسلام نہ کسی مسلمان کو غیر مسلم رشتہ دار کا وارث بناتا ہے، نہ کسی غیر مسلم کو مسلمان کے ترکہ کا مستحق قرار دیتا ہے لیکن جہاں تک قرابت اور رحم کا تعلق ہے وہ حسنِ سلوک کو ہر حالت میں لازمی قرار دیتا ہے، ماں باپ نے اگر آپ کی دعوت قبول نہیں کی تو اِس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ وہ اِن حقوق سے بھی محروم ہو گئے جو زندگی میں اُن کو ماں باپ ہونے کی حیثیت سے ملنے چاہئیں اِرشادِ خداوندی ہے۔

﴿ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا٘ وَّ اتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ (سُورۂ لقمان : ۱۵)

''اگر ماں باپ تجھ سے اِس بات پر جہاد کریں (یعنی جملہ وسائل وذرائع اور تمام طاقت صرف کر کے اِس بات پر اِصرار کریں کہ) کسی ایسے کو میرا شریک گردان لو

جس کا کوئی علم (کوئی ثبوت) تمہارے پاس نہیں ہے تو ماں باپ کی یہ بات نہ مانو اور اس سلسلہ میں اُن کی اِطاعت مت کرو، جہاں تک آپس کے معاملات اور رہن سہن کا تعلق ہے تم اُن کے ساتھ بھلی طرح اور دستور کے مطابق رہو جو ماں باپ کے ساتھ رہنے کا جانا بوجھا طریقہ ہے۔''

آنحضرت ﷺ جس شدت اور قوت کے ساتھ صلح آشتی اور رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تعلیم دیا کرتے تھے اِس کا نتیجہ یہ تھا کہ آپ کے تربیت یافتہ صحابہ حسنِ سلوک کو بھی اِیمان کا جزو سمجھنے لگے تھے اور یہ بات ذہنوں میں پختہ ہوگئی تھی کہ اِسلام سے برگشتہ[1] ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ہم اپنے رشتہ داروں کے حق میں بھی بدسلوکی پر اُتر آئیں۔ ایک طرف صلح اور آشتی چھوڑ کر مُلک میں فساد برپا کریں، تعمیر و تمدن کو نقصان پہنچائیں، دُوسری جانب خود اَپنوں کے گلے کاٹیں جیسا کہ ماضی میں یہ سب کچھ کرتے رہے تھے۔

﴿ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ ﴾[2]

''اے مسلمانو ! اگر تم اِسلام سے برگشتہ ہوتے ہو تو کیا پھر ایسا نہ ہوگا کہ مُلک میں فساد برپا کرنے لگو اور رشتوں اور ناتوں کو توڑو (برادر کُشی کرو اور آپس میں ایک دُوسرے کا گلا کاٹو)۔''

آنحضرت ﷺ کی صلح پسندی اور بلا اِمتیاز دین و مذہب، رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک اور حقوق قرابت کی پاسداری اِس درجہ مشہور اور مسلَّم تھی کہ رُومۃ الکبریٰ کے شہنشاہ (ہرقل) کے دربار میں خود اُس کی طلب پر جب قریش کے سربرآوردہ نمائندے پیش ہوئے اور اُس نے اُن سے دریافت کیا کہ محمد (ﷺ) جو نبوت کا دعوی کررہے ہیں اور اُنہوں نے مجھے بھی اِسلام کی دعوت دی ہے وہ کیا بتاتے ہیں تو اَبوسفیان جیسے دُشمن اِسلام کا بھی بے ساختہ جواب یہ تھا :

يَأْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالصَّدَقَةِ وَالْعَفَافِ وَالصِّلَةِ. (بخاری شریف رقم الحدیث : ۵۹۸۰)

---

[1] بدظن [2] سُورہ محمد : ۲۲

اَبوسفیان قریشِ مکہ کے سردار، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حریف تھے اِس گفتگو سے تقریباً تین سال پہلے غزوۂ اَحزاب کے مشہور معرکہ میں اِسلام کے برخلاف عرب کی متحد فوجوں کی کمان اِنہیں کے ہاتھ میں تھی، جب شہنشاہ ہرقل نے اُن سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات معلوم کیں تو جواب دیتے وقت اِس حقیقت کو کسی طرح بھی نہیں چھپا سکے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں نماز کی ہدایت کرتے ہیں اور ہمیں سچائی، پاکدامنی اور رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کی تعلیم دیتے ہیں۔

مختصر یہ کہ

(۱) خاتمۂ ملکیت اگرچہ ایک بسیط عمل ہے کہ ایک فرد کو آپ تہی دست کردیتے ہیں مگر اِس کا نتیجہ ہمہ گیر تباہی، بربادی، وحشت اور بربریت ہے۔

(۲) اہل وعیال اور خاندانی نظام اگرچہ ایک فرد کی زندگی کے لیے سکون ومسرت کا سامان ہوتا ہے مگر فی الحقیقت وہ پورے تمدن کے لیے سنگِ بنیاد ہے۔

اِسلام کی دُور رس نگاہ نے اِس کی اِفادیت کو پوری طرح محسوس کیا اور اِس وجہ سے اُس نے رحم اور قرابت کو وہ حیثیت اور اہمیت بخشی کہ مطالبہ توحید کے بعد سب سے پہلا مطالبہ یہ ہے ﴿ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ﴾ اور اعلان یہ ہے، جو رشتہ داروں سے جوڑتا ہے وہ خدا سے جوڑتا ہے جو اِن سے توڑتا ہے وہ خدا سے توڑتا ہے۔

قارئین اَنوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ اَنوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ اِرسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ اَنوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی اِدارہ سے وابستہ ہے اِس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اَور اِس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اِس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اِس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اَپنا چندہ بھی اِرسال فرمادیں اَور دیگر اَحباب کو بھی اِس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اِس سے اِدارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (اِدارہ)